28

اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرو اور یہ عہد کرو کہ تم اپنی اولاد در اولاد کو بھی وقف کرتے چلے جاؤ گے

(فرمودہ 14 اکتوبر 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے یا یوں کہو کہ جو کام خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے ذریعہ ہمارے سپرد کیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ اُس کا تصور کر کے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ دنیا میں اِس وقت دو ارب غیر مسلم پائے جاتے ہیں۔ اور ہمارے سپرد یہ کام ہے کہ ان دو ارب غیر مسلموں کو مسلمان بنا دیں۔ گزشتہ تیرہ سو سال میں صرف پچاس کروڑ مسلمان ہوئے ہیں۔ گویا اِس وقت چار غیر مسلم ایک مسلمان کے مقابل پر موجود ہیں۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ جو کام 1300 سال میں ہمارے آبا وَ اجداد نے کیا ہے اُس سے چار گُنا کام کی ہم سے امید کی گئی ہے۔ لیکن اس کے لیے وقت کا لحاظ رکھنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ ورنہ غیر معیّن عرصہ میں تو بڑے بڑے کٹھن کام بھی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دریاؤں کا پانی ہی جب ایک لمبے عرصہ تک پہاڑوں پر گرتا رہتا ہے تو اس کی وجہ سے بڑی بڑی غاریں بن جاتی ہیں۔

اور جیالوجی والے کہتے ہیں کہ چونکہ دس دس بیس بیس لاکھ سال بلکہ کروڑوں سال سے یہ پانی گرتا رہا ہے اِس لئے اب پہاڑوں میں بڑی بڑی غاریں بن گئی ہیں۔ مگر انسانی زندگی اور انسانی سکیمیں اتنی لمبی نہیں چلتیں۔ یا کم از کم تاریخ ہمیں کسی اِتنی لمبی زندگی یا اتنے لمبے عرصہ تک چلنے والی سکیم کا پتا نہیں دیتی۔ دنیا میں لمبی سے لمبی تاریخ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دکھائی دیتی ہے جن کے زمانہ پر قریباً چار ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیرہ سو سال قبل مبعوث ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی چھ سات سو سال قبل گزرے ہیں۔ گویا دو ہزار سال تو یہ ہو گئے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام سے اب تک قریباً دو ہزار سال اَور گزر چکے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ پر قریباً چار ہزار سال گزر جانے کے باوجود آپ کے ماننے والے اب تک دنیا میں موجود ہیں جو آپ کے لائے ہوئے پیغام کو پھیلا رہے ہیں۔ بے شک وہ دنیوی لوگوں کی نگاہ میں پاگل ہوں لیکن ہماری نظر میں وہ بڑے مستقل مزاج ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار ہزار سال قبل کے لائے ہوئے پیغام کو اب بھی پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

دوسرا لمبا سلسلہ جس کا تاریخ سے ہمیں پتا لگتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام کا ہے۔ اس پر 1900 سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن آپ کے ماننے والوں میں آج تک ایسے خدا کے بندے موجود ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں جہالت کے ایسے زمانے بھی آئے جب وہ ننگے پھرتے تھے اور پھر ایسے زمانے بھی آئے جب ان کے پاس بڑی مقدار میں دولت جمع ہو گئی جیسے آجکل یورپ اور امریکہ کی حالت ہے۔ لیکن انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام کو پھیلانے کا کام ہر زمانہ میں جاری رکھا۔ نہ غربت میں انہوں نے تبلیغ کو چھوڑا اور نہ امارت میں تبلیغ سے عدمِ توجہی کی۔ نہ ماتحتی کے زمانہ میں انہوں نے اِس کام کو ترک کیا اور نہ حکومت کے زمانہ میں وہ اس سے غافل ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ 1900 سال کے عرصہ میں انہوں نے مسلمانوں سے دگنے سے بھی زیادہ عیسائی بنا لئے ہیں اور اب بھی وہ اس کام میں برابر لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے باقاعدہ وقف کی تحریک جاری نہیں کی۔ صرف اِس قدر کہا تھا

کہ ”تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو“ 1 اور یہ کہ ”اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے۔“ 2 عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے اِس حکم کو سنا اور انہوں نے ساری عمر دنیا میں تبلیغ شروع کر دی۔

اِس کے مقابلہ میں ہمارے ہاں وقف پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اگر کسی شخص کو پچاس روپے بھی باہر زیادہ ملتے ہوں تو وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے پوتے موجود ہیں جو آٹھ آٹھ نو نو سو روپیہ کی خاطر وقف سے بھاگ گئے ہیں۔ پھر دوسرے لوگوں پر کوئی کیا گلہ کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ احمدیت کو دنیا میں ضرور پھیلائے گا اور اگر آپ کی اپنی نسل وقف سے بھاگے گی تو خدا تعالیٰ باہر والوں کو اِس کی توفیق عطا فرما دے گا اور وہ آپ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں گے۔ لیکن بدقسمت ہیں وہ لوگ جو گھر میں آئی ہوئی برکت کو چھوڑتے ہیں اور بدقسمت ہیں وہ ماں باپ جو اِس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ اُن کا لڑکا آٹھ سو یا نو سو روپیہ ماہوار کما رہا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ وہ دین سے بھاگ گیا ہے۔ کیا عیسائی مشنریوں میں ایسے لوگ موجود نہیں تھے جو اگر دین کو چھوڑ کر دنیا کمانے لگ جاتے تو آٹھ نو سو روپیہ ماہوار کی آمد پیدا کر لیتے؟ پادری قریباً سارے کے سارے ایسے خاندانوں میں سے ہیں کہ اگر وہ دنیاوی کاموں میں لگتے تو ہزاروں روپے ماہوار تنخواہ پاتے۔ لیکن اُنہوں نے دنیا کی بجائے دین کو ترجیح دی اور عیسائیت کی اشاعت کے لیے اپنی زندگی بسر کر دی۔ ہماری جماعت کے افراد کو بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ احمدیت کی اشاعت کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین سو سال میں احمدیت ساری دنیا میں پھیل جائے گی 3۔ اگر ایک نسل کے بیس سال بھی فرض کر لئے جائیں تو تم سمجھ سکتے ہو کہ 300 سال میں پوری پندرہ نسلیں آ جاتی ہیں۔ گویا اگر ہماری پندرہ نسلیں یکے بعد دیگرے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کرتی چلی جائیں تب وہ کام پورا ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ مگر کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشاء تھا کہ اَور لوگوں کی نسلیں تو اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کریں اور میری اپنی نسل وقف نہ کرے؟ آخر جو شخص دوسروں سے کوئی مطالبہ کرتا ہے اُس کی اپنی نسل سب سے پہلے

اس مطالبہ کی مخاطب ہوتی ہے۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی نسل بدعہدی کرے گی تو یقیناً خدا تعالیٰ دوسرے لوگوں میں سے اسلام کے بہادر اور جان نثار سپاہی کھڑے کر دے گا۔ چنانچہ دیکھ لو جب ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایسے مشرک پیدا ہوئے جنہوں نے کعبہ میں بھی سینکڑوں بت رکھ دیئے تو دوسری طرف عراق کے علاقہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ جیسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔ اِسی طرح ایک دوسرے ملک سے حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ آ گئے اور انہوں نے اسلام پھیلایا۔

پس جہاں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو توجہ دلاتا ہوں وہاں میں جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ تمہیں یکے بعد دیگرے کم از کم اپنی پندرہ نسلوں کو وقف کرنا ہوگا۔ لیکن تم تو ابھی سے گھبرا گئے ہو اور ابھی سے تمہارا یہ حال ہے کہ جو شخص دین کی خدمت کے لئے آتا ہے اُس کو یہ خیال آتا ہے کہ اُس کا گزارہ کیسے ہوگا؟ سیدھی بات ہے کہ روپیہ ہوگا تو گزارہ ملے گا۔ اور روپیہ اُسی وقت آئے گا جب نئے احمدی بنیں گے۔ تم پچاس لاکھ احمدی لے آؤ تو تمہارے گزارے خود بخود بڑھ جائیں گے۔ بہرحال دنیا اِس وقت اسلام کی آواز سننے کی منتظر ہے اور اس کے لیے ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دین کی خدمت کے لیے آئیں اور اپنی زندگیاں اس کام کے لیے وقف کریں۔

اسی طرح اس کے لیے مرکز کی مضبوطی کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہمارا مرکز ابھی تک اُن اصول پر آباد نہیں جن اصول پر دوسرے شہر آباد ہوتے ہیں۔ دوسرے شہر خود اپنی ذات میں قائم ہوتے ہیں۔ مثلاً لائل پور ہے، سرگودھا ہے ان شہروں میں کچھ کارخانے ہیں اور کچھ بڑی زمینداریاں ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنی ذات میں قائم ہیں۔ لیکن ربوہ میں نہ کارخانے ہیں اور نہ زمینداریاں ہیں۔ جتنی دیر تک جماعت چندہ دیتی چلی جائے گی یہاں انسٹی ٹیوشنز چلتی رہیں گی سکول اور کالج قائم رہیں گے، اور اگر خدانخواستہ جماعت چندہ دینے میں سُستی دکھائے تو یہ چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ ابھی ہماری جماعت میں حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ جیسے لوگ پیدا نہیں ہوئے جو کہیں چلو فاقہ ہے تو فاقہ ہی سہی اور نہ ہی جماعت میں

ایسی عورتیں ہیں جو فاقہ زدہ مردوں کے ساتھ نباہ کر سکیں۔ بلکہ اگر کوئی مرد دین کے لیے فاقہ پر آمادہ بھی ہو جائے تو اس کی عورت فوراً کہہ اٹھے گی تُو احمق ہے۔ جب حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے بعض افراد نوکریوں کے پیچھے پھر رہے ہیں تو تُو کیوں یہاں بیٹھا ہے ؟ کیا تُو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتوں سے بھی زیادہ عقلمند ہے؟ بے شک ہماری جماعت میں ایسے بھی نوجوان ہیں جو اِس قسم کی بیویوں کو جواب دیں گے کہ تُو شیطان ہے جو مجھے دین کی خدمت سے روک رہی ہے۔ کیا تُو مجھ کو بھی جہنم میں گرانا چاہتی ہے؟ لیکن اِس قسم کے نوجوان اور اس قسم کی عورتیں جماعت میں کتنی ہیں؟ اگر جماعت میں حضرت خدیجہؓ جیسی عورتیں ہوں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ **كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ** 4 یعنی آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں، بے کس و بے یار و مددگار لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، وہ اخلاق جو دنیا سے مٹ چکے ہیں وہ آپ کی ذات کے ذریعہ دوبارہ قائم ہو رہے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ تو یہ عارضی مصائب یقیناً دور ہو جائیں اور جماعت کی قربانیوں کا معیار بہت بڑھ جائے۔

پچھلے دنوں مجھے ایک بڑی خوش کن خبر معلوم ہوئی۔ ہمارے دفتر والے بعض دفعہ بیرونی مبلغین کو خرچ بھیجنے میں سُستی کر جاتے ہیں اور باہر کام کرنے والوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض اوقات ایکسچینج نہیں ملتا۔ لیکن اگر باہر کی جماعتیں کوشش کریں تو ایکسچینج حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ بہرحال ہمارے باہر کام کرنے والے مبلغین کو بعض اوقات کئی کئی ماہ تک خرچ نہیں جاتا۔ ہمارا اِس وقت جرمنی کا جو مبلغ ہے وہ تو اپنے آپ کو ولی اللہ نہیں سمجھتا لیکن میں اُسے ولی اللہ سمجھتا ہوں۔ اُس کی صحت خراب ہے، انتڑیاں کمزور ہیں اور ذرا سے صدمہ سے اُس کی بھوک بند ہو جاتی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جرمنی میں جو احمدی ہو رہے ہیں وہ خدا تعالیٰ خود اُس کی طرف لا رہا ہے۔ ورنہ اُس کے جسم میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ زیادہ کام کر سکے۔ ایک دفعہ دفتر والوں نے اسے خرچ نہ بھیجا جس کی وجہ سے وہ مکان کا کرایہ ادا نہ کر سکا۔

گورنمنٹ نے اُسے مکان خالی کرنے کا نوٹس دے دیا۔ جرمنی میں مکانوں کی بہت کمی ہے۔ کیونکہ پچھلی جنگ میں اکثر مکانات گر گئے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے نوٹس ملنے کی وجہ سے ہمارا مبلغ بہت غمگین ہوا اور اُس کی بھوک بند ہوگئی۔ انتڑیاں پہلے ہی خراب تھیں اس لیے فاقہ کی وجہ سے اُس کی صحت اَور بھی کمزور ہوگئی۔ اُس کی بیوی جو قریب عرصہ میں غیر احمدی تھی لیکن اب نہایت اخلاص رکھتی ہے اُس کے پاس گئی اور کہنے لگی جب تم نے وقف کیا تھا تو اِن سب مصائب اور مشکلات کو سامنے رکھ کر کیا تھا۔ پھر اب گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ باہر جاؤ اور کسی دوست سے کچھ دنوں کے وعدہ پر رقم لے آؤ۔ اتنے میں خرچ بھی آ جائے گا۔ اِس پر اُسے کچھ تسلی ہوئی، کھانا کھایا اور پھر کسی دوست سے قرض کے حصول کی کوشش کے لیے باہر چلا گیا۔ ان ممالک میں قرض ملنا مشکل ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ ایک جرمن دوست نے مکان کا کرایہ دے دیا اور تین دن کے بعد مرکز سے بھی خرچ پہنچ گیا اور کرایہ کی رقم اُس جرمن دوست کو واپس کر دی گئی۔

جرمنی میں ایک ہندو ڈاکٹر مجھے ایک اَور ڈاکٹر کے پاس معائنہ کے لیے لے جا رہا تھا۔ وہ 26 سال سے وہاں رہتا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں پہلے دہریہ تھا اب میں اسلام کی طرف مائل ہوں۔ میں نے کہا میں تو تب مانوں جب تم پورے مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا اگر ان مولوی صاحب کی صحبت میں رہا تو پورا مسلمان بھی ہو جاؤں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان ہی سے مل کر میرے خیالات تبدیل ہوئے ہیں۔

بہرحال جرمنی کے مبلغ گو جسمانی لحاظ سے کمزور ہیں مگر نہایت مخلص ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت پیدا کر رہا ہے۔ ہالینڈ میں مولوی غلام احمد صاحب بشیر ہیں۔ اُن کی یہ حالت ہے کہ ہمیں سفرِ یورپ میں ایک ڈرائیور کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ہم نے ہالینڈ سے چند ہفتوں کے لیے ایک نومسلم ڈرائیور منگوایا۔ وہ ڈچ کہلاتا تھا لیکن دراصل انڈونیشیا کا رہنے والا تھا۔ وہ کہنے لگا مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن پھر بھی 1953ء میں پاکستانی مسلمان ہمیں مارتے تھے۔ میں نے کہا دراصل احمدیوں کی تعداد دوسرے مسلمانوں کی نسبت بہت تھوڑی ہے۔ لیکن چونکہ ہماری جماعت روز بروز ترقی کر رہی ہے اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ ہم ابھی سے ان کو ختم

کر دیں ورنہ جب اِن کی تعداد زیادہ ہو جائے گی تو انہیں ختم کرنا مشکل ہوگا۔ تمہارے ہاں بھی اگر جماعت کچھ زیادہ ہوگئی اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ یہاں بڑھتے چلے جائیں گے تو وہ مولوی غلام احمد بشیر کو ماریں گے۔ اِس پر اُس نے بڑے جوش سے کہا مولوی غلام احمد بشیر کو کون مار سکتا ہے؟ وہ تو محبت کے قابل ہے۔ کوئی شخص اُس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ میں نے کہا انسان جب غصہ میں آتا ہے تو محبت اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ پس میں جماعت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چندے وسیع کرو تا تبلیغ کو وسیع کیا جا سکے۔

اِسی طرح ربوہ کو آباد کرنے کی کوشش کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ کئی مکانوں کی جگہیں ابھی خالی پڑی ہیں اور کئی تعمیر شدہ مکان ایسے ہیں جن میں اِس وقت کوئی نہیں بستا۔ اِس کے علاوہ ربوہ کو شہریت دینے کی کوشش کرو۔ اب تو جو لوگ یہاں آباد ہیں وہ مجاور قسم کے ہیں یعنی یہاں بسنے والے زیادہ تر سلسلہ کے کارکن ہیں جن کا گزارہ چندوں پر ہے۔ شہر وہ ہوتا ہے جس کے اکثر رہنے والے خود کمائی کرتے ہوں اور چندوں پر اُن کا انحصار نہ ہو۔ ورنہ اگر کسی حادثہ کی وجہ سے خدانخواستہ رستے رُک جائیں اور چندوں کی آمد میں کمی واقع ہو جائے تو آبادی کے گزارہ کی کوئی صورت نہ رہے۔ مثلاً ابھی سیلاب آیا ہے۔ اِس کی وجہ سے اگر خدانخواستہ چندوں کی آمد میں کمی واقع ہو جائے تو مرکزی ادارے اپنے کارکنوں کو تنخواہیں بھی نہیں دے سکتے۔ لیکن اگر ربوہ میں رہنے والوں میں سے اکثر لوگ ایسے ہوں جو مختلف کام کرنے والے ہوں اور وہ اپنی کمائی خود کرتے ہوں تو ایسی مشکلات کا وقت بھی آسانی سے گزر سکتا ہے۔ لائل پور اور سرگودھا وغیرہ شہروں کے رہنے والوں کا گزارہ منی آرڈروں پر نہیں بلکہ وہاں رہنے والے افراد کی تجارتوں اور کارخانوں وغیرہ پر ہے۔ لیکن ربوہ میں رہنے والوں کا گزارہ منی آرڈروں پر ہے۔ باہر سے روپیہ آتا ہے تو ہم اپنے کارکنوں کو تنخواہیں دیتے ہیں۔ پس جہاں میں ایک طرف جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ چندوں کو بڑھائے، چندے بڑھیں گے تو سلسلہ کا کام بڑھے گا وہاں میں باہر کے دوستوں کو بھی اِس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مرکز میں آئیں اور یہاں مختلف صنعتیں جاری کرنے کی کوشش کریں۔

اِسی طرح میں بیرونی ممالک میں کام کرنے والے مبلغین سے کہتا ہوں کہ وہ بھی

چندہ بڑھانے کی کوشش کریں۔ یہی غلام احمد بشیر (مبلغ ہالینڈ) جس کی میں نے ابھی تعریف کی ہے اس کے متعلق چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے بتایا کہ وہ نومسلموں سے چندہ نہیں لیتا۔ چودھری صاحب نے کہا کہ میں نے اُس سے کہا ہے کہ میں تو ان نومسلموں کو اُس وقت احمدی سمجھوں گا جب وہ باقاعدہ چندہ دیں گے۔ لیکن وہ ہر دفعہ یہ عذر کر دیتا ہے کہ یہ لوگ مالی لحاظ سے کمزور ہیں اور چندہ دینے کے قابل نہیں۔ میرے نزدیک چودھری صاحب کی بات بالکل درست ہے۔ ہمارے مبلغین کو نومسلموں سے چندہ لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے جرمنوں کو دیکھا ہے کہ وہ چندے دیتے ہیں۔ ایک شخص میری آمد کے متعلق خبر پا کر دوسو میل سے چل کر مجھے ملنے آیا۔ چودھری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے مجھے بتایا کہ وہ جب سے احمدی ہوا ہے اڑھائی پونڈ ماہوار باقاعدہ چندہ دیتا ہے۔ پس اگر ہمارے مبلغین نَومسلموں کو چندہ دینے کی عادت ڈالیں گے تو انہیں عادت پڑ جائے گی۔ چاہے ابتدا میں وہ ایک ایک آنہ ہی چندہ کیوں نہ دیں۔ اگر وہ ایک ایک آنہ بھی چندہ دینا شروع کر دیں گے تو آہستہ آہستہ انہیں اس کی عادت پڑ جائے گی۔ اور پھر زیادہ مقدار میں چندہ دینا انہیں دوبھر معلوم نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات اور کتابیں نکال کر دیکھ لو۔ تمہیں اُن میں یہ الفاظ دکھائی دیں گے کہ فلاں دوست بڑے مخلص ہیں۔ انہوں نے ایک آنہ یا دو آنہ ماہوار چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر وہی لوگ بڑی بڑی مقدار میں چندے دینے لگ گئے تھے۔ ہمارے مبلغین کو بھی چاہیے کہ وہ بھی نَومسلموں سے چندہ لینے کی کوشش کریں۔ مشرقی افریقہ اور مغربی افریقہ اور دمشق والے احمدیوں کی حالت نسبتاً اچھی ہے۔ دمشق کی جماعت بڑے اخلاص اور ہمت سے کام کر رہی ہے۔

پھر جماعتوں کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کو یہاں بھجوائیں جو یہاں رہ کر تعلیم حاصل کریں اور مرکزی اداروں میں کام کریں۔ دیکھ لو! بیماری سے پہلے مجھ میں کس قدر ہمت ہوا کرتی تھی۔ میں اکیلا دس آدمیوں سے بھی زیادہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن اب ایک آدمی کے چوتھائی کام کے برابر بھی نہیں کر سکتا۔ اِسی طرح یہ ناظر بھی انسان ہی ہیں۔ ان کو بھی بیماری لگ سکتی ہے اور کام کے ناقابل ہو سکتے ہیں۔ پس باہر سے نوجوانوں کو یہاں آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ مختلف ممالک کے لوگ یہاں آئیں اور انجمن کا کام سنبھالیں تا ہماری مرکزی انجمن انٹرنیشنل انجمن بن جائے۔

صرف پاکستانی نہ رہے۔ دینی لحاظ سے بے شک پاکستان کے لوگ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے ساتھ ایک ایک ممبر نائیجیریا، گولڈکوسٹ، امریکہ، مشرقی افریقہ، ہالینڈ، جرمنی اور انگلینڈ وغیرہ ممالک کا بھی ہو تو کام زیادہ بہتر رنگ میں چل سکتا ہے۔ جب یہ لوگ یہاں آ کر کام کریں گے تو باہر کی جماعتوں کو اِس طرف زیادہ توجہ ہوگی اور وہ سمجھیں گی کہ مرکز میں جو انجمن کام کر رہی ہے وہ صرف پاکستان کی جماعتوں کی انجمن نہیں بلکہ ہماری بھی انجمن ہے۔

پس چندوں کو زیادہ کرو اور اِن طوفانوں سے مایوس نہ ہو بلکہ پہلوانوں کی طرح کام میں لگ جاؤ۔ اور جہاں جہاں پانی خشک ہوتا ہے وہاں فوراً کھیتوں میں ہل چلا دو تا تمہاری آئندہ آمدنیں پہلے سے بھی بڑھ جائیں اور اِس کے ساتھ ساتھ چندے بھی بڑھ جائیں۔ جب مرکز مضبوط ہوگا اور بیرونی مبلغین کو بھی خدا تعالیٰ اس بات کی توفیق دے دے گا کہ وہ نومسلموں سے چندے لیں تو سلسلۂ تبلیغ وسیع ہو جائے گا۔

جب بھی دنیا میں کوئی مذہبی تحریک چلی ہے اُس کے ابتدائی مبلغ اُسی ملک کے ہوتے ہیں جس میں وہ تحریک ابتداءً شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اسلام کے پہلے مبلغ عرب ہی تھے۔ لیکن اس کے بعد ایرانی اور عراقی آ گئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت شروع کی۔ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ، شہاب الدین صاحب سہروردیؒ، بہاؤالدین صاحب نقشبندیؒ سب دوسرے ممالک کے تھے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی پچاس ساٹھ سال تک عیسائیت کو پھیلانے والے اُن کے اپنے علاقہ کے ہی مبلغ تھے۔ لیکن بعد میں اَور علاقوں میں بھی مبلغ پیدا ہو گئے۔ اور آپ کے سو سال کے بعد تو سارے مبلغ اٹلی کے ہی تھے۔ پھر جرمنی اور انگلینڈ سے بھی کئی مبلغین اشاعتِ عیسائیت کے لیے آ گے آ گئے۔

پس جب تک مبلغین نومسلموں کو چندہ دینے اور وقف کرنے کی عادت نہیں ڈالیں گے یہ کام لمبے عرصہ تک نہیں چل سکتا۔ جو کام ہمارے سپرد ہے اُس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بتایا ہے کہ تین سو سال کے اندر اندر مکمل ہو جائے گا۔ لیکن ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب ہم اولاد در اولاد کو وقف کریں اور اولاد در اولاد کو اسلام کی اشاعت کا فرض یاد دلاتے جائیں۔ اگر یہ روح ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو ہمارے لئے

گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر ہمیں یہ نظر آئے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے بعض افراد دنیا کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں تو طبیعت بے چین ہوجاتی ہے۔ آخر دین کو نظرانداز کرکے دنیا کے پیچھے لگ جانا کونسی عقلمندی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہمارے لیے ایک طیّب غذا لے کر آئے تھے۔ لیکن آپ کی اپنی نسل میں سے کچھ لوگ اس روحانی غذا کو چھوڑ کر مادی لذائذ کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ اگر دنیا کمانا ہی ضروری ہے تو جس شخص کو یہاں آٹھ نو سو روپے ماہوار مل رہا ہے وہ اگر امریکہ چلا جائے تو اُسے وہاں اڑھائی تین ہزار ماہوار مل سکتا ہے۔ لیکن اگر یہاں رہ کر اُسے دو اڑھائی سو روپیہ ماہوار بھی ملتا تو کم از کم وہ روحانی طور پر اپنے دادا کا پوتا تو ہوتا مگر اب تو وہ آپ کی روحانی نسل سے منقطع ہوگیا ہے۔ اور جو بھی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف نہیں کرے گا وہ آپ کی نسل میں سے ہوتے ہوئے بھی روحانی طور پر آپ کی طرف منسوب نہیں ہوسکے گا۔

اِسی طرح میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ربوہ کو آباد کرنے کی کوشش کرو۔ اِس وقت ہمارے سامنے دو کام ہیں۔ اگر ایک طرف ہم نے ربوہ کو آباد کرنا ہے تو دوسری طرف ہم نے قادیان کو آباد کرنا ہے۔ میں نے اپنے ایک لڑکے کو قادیان میں چھوڑا تھا اور اس نے بہت اخلاص بھی دکھایا۔ جب دوسرے لوگ قادیان سے بھاگ آئے تو وہ وہیں رہا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس میں ایسی ہمت نہیں کہ وہ فاقہ میں رہ کر بھی کام کرنے کے لیے تیار ہو۔ اگر وہ فاقہ میں رہ کر کام کرنے کے لیے تیار رہتا تو روزی کمانے کی کوئی صورت نکال لیتا تو میں سمجھتا کام چلتا چلا جائے گا۔ لیکن مجھے دونوں چیزیں نظر نہیں آتیں۔ نہ مجھے یہ نظر آتا ہے کہ وہ فاقہ میں رہ سکتا ہے اور نہ وہ اپنی آمد پیدا کرنے کی کوئی کوشش کررہا ہے۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ اگر کسی وقت بھی اُسے اخراجات کے لیے روپیہ نہ ملے تو اُس کا وہاں قیام مشکل ہوجائے گا۔ حالانکہ ہم نے اُسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح وہاں اِس لیے رکھا ہے تاکہ وہ قادیان کو آباد کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں اُس کے ذریعہ پوری ہوں۔ ہم جو ربوہ کو آباد کررہے ہیں ہمارا یہ کام ظلّی ہے۔ حقیقی کام اُسی کا ہے بشرطیکہ وہ سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے ہر مشکل برداشت کرنے کے لیے تیار ہو۔

میں جماعت کو ایک یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ پرانے زمانہ میں تنخواہ دار مبلغ نہیں ہوتے تھے بلکہ لوگ خود ان کی ضروریات کا فکر رکھتے تھے۔ اِس زمانہ میں ہمارے سب مبلغ تنخواہ دار ہیں۔ لیکن صرف تنخواہ دار مبلغوں کے ذریعہ تبلیغ کو ساری دنیا میں وسیع نہیں کیا جا سکتا۔ ساری دنیا میں تبلیغ اسی صورت میں وسیع ہو سکتی ہے جب جماعت خود ان کا خیال رکھے۔ عیسائی اب تک اپنے پادریوں کی خدمت کرتے چلے آتے ہیں۔ آپ لوگوں کا بھی فرض ہے کہ ان کی خدمت کریں۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہر کمانے والا احمدی ربوہ میں رہنے والے کارکنوں یا باہر کام کرنے والے مبلغوں کے لیے اپنی آمد کا ایک فیصدی بھی ریزرو کر دے تو ہر سو احمدی ربوہ میں بسنے والے ایک کارکن یا باہر کام کرنے والے ایک مبلغ کا گزارہ چلا سکتے ہیں۔ اور پھر جُوں جُوں جماعت بڑھتی چلی جائے گی بوجھ اٹھانے والے بھی زیادہ ہوتے جائیں گے اور اِس طرح زیادہ کارکنوں کا بوجھ اٹھایا جا سکے گا۔ اگر ایک لاکھ احمدی کمانے والے ہوں تو ایک ہزار مبلغوں اور کارکنوں کا گزارہ چلایا جا سکتا ہے۔ پُرانے زمانہ میں لوگ اِسی طرح کرتے تھے۔ اور وہ سمجھتے تھے ہم ان کی خدمت کریں گے تو خدا تعالیٰ ہماری آمد میں برکت پیدا کرے گا اور ہماری مشکلات کو دور کرے گا۔ اگر جماعت کے دوست اِس طرف توجہ کریں تو ہماری تمام مشکلیں دور ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک لاکھ کمانے والے ہوں تو ایک ہزار مبلغ کا گزارہ چل سکتا ہے۔ اور لاکھ سے تو اَب بھی ہماری جماعت کے دوست بہت زیادہ ہیں۔ اگر دس لاکھ احمدی ہوں تو دس ہزار مبلغوں اور کارکنوں کا گزارہ چل سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہر کمانے والا 99 فیصدی آمد اپنے گزارے اور چندوں کے لیے رکھے اور ایک فیصدی سلسلہ کے کارکنوں اور مبلغوں کے لیے ریزرو کر دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ایسے لوگوں کا نام اصحاب الصُّفہ رکھا ہے 5۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر ڈال دیا۔ ایسے لوگوں کی خدمت خود اپنی ذات میں بہت بڑے ثواب کا موجب ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے چونکہ میں بیمار ہوں اس لیے بعض دفعہ کوئی غریب بیوہ عورت ایک چُوزہ ہی لے آتی ہے اور کہتی ہے حضور! اسے قبول فرمائیں اور وہ اس خدمت سے خوشی محسوس کرتی ہے۔ اِسی طرح اگر جماعت کے اندر یہ روح پیدا ہو جائے کہ اُن کے اموال میں دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف

کرنے والوں کا بھی حق ہے تو ہماری بہت سی مشکلات آپ ہی آپ حل ہو جائیں اور تبلیغ کا دائرہ پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہو جائے۔ پس تم اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے وقف کرو اور پھر نسلاً بعد نسلٍ وقف کرتے چلے جاؤ۔

میں نے کراچی میں تحریک کی تھی کہ دوست خاندانی طور پر اپنی زندگیاں وقف کریں یعنی ہر شخص یہ اقرار کرے کہ میں اپنے خاندان میں سے کسی نہ کسی فرد کو دین کی خدمت کے لیے ہمیشہ وقف رکھوں گا۔ وہی تحریک میں اب بھی کرتا ہوں اور جماعت سے خاندانی طور پر کسی نہ کسی فرد کو وقف کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر جماعت اِس پر عمل کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف کی ایک رَو پیدا ہو جائے گی اور ہمیں کثرت سے واقفین ملنے لگ جائیں گے۔

اب تو یہ حالت ہے کہ اگر ایک نوجوان اپنی زندگی وقف کرتا ہے تو دوسرا اپنی حماقت سے اُسے روکنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو زیادہ کر دے تو ان واقفین کا گزارہ چلانا مشکل نہیں ہوگا۔ کیا تم جانتے ہو کہ عیسائیوں نے پوپ کے گزارہ کے لیے کیا انتظام کر رکھا ہے؟ انہوں نے اس کے لیے ایک عجیب انتظام کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں میں تو نذرانہ اور تحفہ کا رواج ہے اور اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ اگر بغیر سوال کرنے کے کوئی شخص ہدیہ یا نذرانہ دے تو اُسے قبول کر لینا چاہیے۔ اس میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن عیسائیوں نے پوپ کے لیے یہ طریق جاری کیا ہوا ہے کہ ہر عیسائی سال میں ایک پینی (Penny) پوپ کو دیا کرے۔ پادری سب کو بلاتا ہے اور اُن سے پوپ کی ایک پینی مانگتا ہے۔ اور اس طرح ایک بہت بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے۔ اِس وقت دنیا میں قریباً تینتیس کروڑ کیتھولک ہیں۔ اگر وہ سب ایک ایک پینی دیں تو قریباً چودہ لاکھ پونڈ رقم بن جاتی ہے جو پوپ کو پیش کی جاتی ہے اور وہ بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

پس خاندانی طور پر اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے وقف کرو اور عہد کرو کہ تم اپنی اولاد در اولاد کو وقف کرتے چلے جاؤ گے۔ پہلے تم خود اپنے کسی بچے کو وقف کرو۔ پھر اپنے سب بچوں سے عہد لو کہ وہ اپنے بچوں میں سے کسی نہ کسی کو خدمتِ دین کے لیے وقف کریں گے۔ اور پھر اُن سے یہ عہد بھی لو کہ وہ اپنے بچوں سے عہد لیں گے کہ وہ بھی اپنی آئندہ نسل سے یہی مطالبہ

کریں گے۔ چونکہ اگلی نسل کا وقف تمہارے اختیار میں نہیں اِس لیے صرف تحریک کرنا تمہارا کام ہوگا۔ اگر وہ نہیں مانیں گے تو یہ اُن کا قصور ہوگا۔ تم اپنے فرض سے سبکدوش سمجھے جاؤ گے۔ اگر تم یہ کام کرو گے اور یہ روح جماعت میں نسلاً بَعْدَ نسلٍ پیدا ہوتی چلی جائے گی اور ہر فرد یہ کوشش کرے گا کہ اس کے خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں واقفِ زندگی دین کی خدمت کے لیے مہیا ہو جائیں گے۔

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کی تحریک فرمائی ہے۔ تمہیں یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص وصیت کرے۔ اور پھر اپنی اولاد کے متعلق بھی کوشش کرے کہ وہ بھی وصیت کرے۔ اور وہ اولاد اپنی اگلی نسل کو وصیت کی تحریک کرے۔ یہ بھی دین کی خدمت کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ اگر ہم ایسا کرلیں تو قیامت تک تبلیغ اور اشاعت کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

پھر جتنی تدبیریں ہم کرتے ہیں اُن میں کوئی نہ کوئی رخنہ باقی رہ جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی تدبیر میں کوئی رخنہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اصل چیز یہ ہے کہ تم دعائیں کرو اور اس خطبہ کو بار بار پڑھو۔ اور اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اور اگرچہ یہ مختصر سا خطبہ ہے لیکن اگر چاہو تو اِس میں سے بھی جو بات تمہیں زائد معلوم ہو اُسے کاٹ دو اور باقی مختصر حصہ کو چھپوا کر جماعت میں کثرت سے پھیلاؤ تا کہ ہر فرد کے اندر بیداری پیدا ہو۔

میں نے جماعت میں جو وقف کی تحریک شروع کی ہے اس کے بعد میرے پاس تین درخواستیں آئی ہیں۔ ایک تو میرے پوتے مرزا انس احمد کی ہے جو عزیزم مرزا ناصر احمد کا لڑکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی نیت کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انس احمد نے لکھا ہے کہ میرا ارادہ تھا کہ میں قانون پڑھ کر اپنی زندگی وقف کروں لیکن اب آپ جہاں چاہیں مجھے لگا دیں۔ میں ہر طرح تیار ہوں۔ ایک درخواست ماسٹر سعد اللہ صاحب کی آئی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے ایم اے کا امتحان دیا ہوا ہے۔ اس میں کامیاب ہونے کے بعد آپ جہاں چاہیں مجھے لگا دیں۔ تیسری درخواست باہر کے ایک لڑکے کی ہے جو ابھی چھوٹی جماعت کا طالب علم ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ وہ میٹرک پاس کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے۔ کیونکہ جب تک جامعہ میں زیادہ

طالب علم نہیں آئیں گے اُس وقت تک شاہد بھی زیادہ تعداد میں نہیں نکل سکتے۔ ہمارے سکول کے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ لڑکوں میں وقف کی تحریک کریں اور انہیں سمجھائیں کہ تمہارا اعلیٰ گزارہ تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔ اگر تم باہر جاؤ گے اور تبلیغ کرو گے تو تمہاری تبلیغ کے نتیجہ میں جماعت بڑھے گی اور جماعت کے بڑھنے سے چندے زیادہ ہوں گے اور چندے زیادہ آئیں گے تو تمہارے گزارے بھی زیادہ اعلیٰ ہوں گے۔ اگر یورپ کا کوئی حصہ ہی احمدی ہو جائے تو جماعت کے چندے کئی گُنا بڑھ سکتے ہیں۔ پس سکول کے اساتذہ اپنے سکول کے لڑکوں کو سمجھائیں اور پروفیسر کالج کے لڑکوں کو سمجھائیں اور باہر کے مبلغ اپنی اپنی جماعتوں میں چندہ دینے اور زندگی وقف کرنے کی تحریک کریں۔ اِس طرح چند مہینوں میں ہی کام کی رفتار تیز ہو سکتی ہے اور یہ صدی ہر قسم کے شیطانی حملوں سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ پھر جوں جوں جماعت بڑھے گی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے آئندہ بھی اس میں جوش پیدا کرتا چلا جائے گا۔ ''

(الفضل 25 نومبر 1955ء)

1: مرقس باب 16 آیت 16

2: متی باب 6 آیت 26

3: تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67

4: الصحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ

5: تذکرہ صفحہ 52 ایڈیشن چہارم